آلِ محمدؐ کربلا میں

عمر ابوالنصر

مقبول اکیڈمی شاہ عالم مارکیٹ لاہور

دیا: "میرے ایک بھائی کا نام بھی علی تھا اسے لوگوں نے قتل کر دیا۔"
ابن زیاد نے کہا "اسے اللہ نے قتل کیا۔"

زین العابدینؑ نے اس کے جواب میں یہ آیت پڑھی: ان اللہ یتوفی الانفس حین موتھا والتی لم تمت فی منامھا فیمسک التی قضی علیھا الموت ویرسل الاخری الی اجل مسمی۔ "اللہ تعالیٰ ہی ہے جو موت کے وقت روحیں قبض کرتا ہے اور کسی نفس کی مجال نہیں کہ وہ اللہ کی اجازت کے بغیر مر جائے۔"

ابن زیاد غضب ناک ہو کر بولا: "تجھے میری بات کا جواب دینے کی جرأت کہاں سے ہوئی؟" یہ کہہ کر اپنے لوگوں کو حکم دیا کہ باہر لے جا کر اس کی گردن اڑا دو۔"

ابن زیاد کا یہ حکم سن کر حضرت زین العابدین کی پھوپھی حضرت زینبؑ اپنے بھتیجے سے چمٹ گئیں اور ابن زیاد سے کہنے لگیں:

"کیا اتنے لوگوں کو قتل کر کے بھی تیرا دل ٹھنڈا نہیں ہوا۔ اگر تجھے اسے قتل کرنا ہے تو مجھے بھی اس کے ساتھ قتل کر ڈال۔"

یہ سن کر ابن زیاد کو رحم آ گیا۔ اور اس نے کہا "اچھا اسے چھوڑ دو۔"

حضرت حسینؑ کا سر کوفے کے بازاروں میں

ابن زیاد محل سے اٹھ کر مسجد میں آیا اور الصلوٰۃ جامعۃ کی ندا بلند کرنے کا حکم دیا۔ جب لوگ یہ آواز سن کر مسجد میں

Marfat.com

اکٹھے ہو گئے۔ تو وہ منبر پر چڑھا اور کہا:

"خدا کا شکر ہے جس نے حق کو ظاہر کر دیا۔ امیر المومنین یزید بن معاویہ اور ان کے گروہ کی مدد کی۔ اور کذاب بن کذاب حسین بن علی اور اس کے مددگاروں کو ہلاک کر دیا۔

یہ خرافات سن کر عبداللہ بن حنیف ازدی سے ضبط نہ ہو سکا۔ وہ اندھے تھے، ان کی ایک آنکھ جنگ جمل میں حضرت علی کے ساتھ لڑتے ہوئے جاتی رہی تھی۔ اور دوسری جنگ صفین میں انہی کے ساتھ جنگ کرتے ہوئے پھوٹ گئی تھی۔ وہ بہت عابد و زاہد انسان تھے سارا دن مسجد میں بیٹھے عبادت کرتے اور رات گئے اپنے گھر جایا کرتے تھے۔ وہ اٹھے اور انھوں نے کہا:

"اے ابن مرجانہ! تو نبیوں کے بیٹوں کو قتل کرتا ہے اور منبر پر جو صدیقین کے لئے مخصوص ہے کھڑا ہو جاتا ہے۔ کذاب تو اور تیرا باپ اور وہ شخص جس نے تجھے حاکم بنایا اور اس کا باپ ہے"

ابن زیاد نے کہا: "اس بڈھے کو میرے پاس لاؤ"

چوبداروں نے انھیں پکڑ لیا۔ اس پر انھوں نے قبیلۂ ازد کا نعرہ "یا مبرور" بلند کیا۔ بنو ازد کے چند نوجوان اٹھے اور اپنے آدمی کو ابن زیاد کے آدمیوں سے چھڑا کر گھر لے گئے۔ جب رات ہوئی تو

Marfat.com

تو ابن زیاد نے سپاہیوں کو بھیجا جو عبید اللہ بن حنیف کو ان کے گھر سے گرفتار کر کے لے آئے۔ ابن زیاد نے انھیں قتل کر دیا اور ان کی لاش کو سولی پر لٹکانے کا حکم دیا۔

صبح کے وقت ابن زیاد نے حکم دیا کہ حضرت امام حسین کے سر کو کوفہ کے گلی کوچوں میں پھرایا جائے۔ جب اچھی طرح اس کی نمائش ہو چکی تو اس نے دیگر شہداء کے سروں کے ہمراہ اسے یزید کے پاس دمشق بھیج دیا۔ حضرت حسین کے اہل بیت بھی بیڑیوں میں جکڑ کر دمشق بھیج دئے گئے

اہلِ بیت یزید کے دربار میں

حضرت حسین کا سر یزید کے سامنے رکھا ہوا تھا۔ فاطمہ اور سکینہ بنت الحسین بھی قیدیوں کی حیثیت میں اس کے سامنے کھڑی تھیں اپنے والد کے سر کو دیکھ کر ان کی آنکھوں سے ٹپ ٹپ آنسو گر رہے تھے یزید کو جلد اس بات کا احساس ہو گیا اور سر کو اپنے پاس سے ہٹانے کا حکم دیا۔ اور اپنے آپ کو بے گناہ ثابت کرنے کے لئے ان دونوں سے کہا:

"یہ تمام معاملہ میرے علم کے بغیر ہوا۔ اگر حسین میرے سامنے آتے تو میں ضرور بردباری اور درگزر سے کام لیتا۔[1]

---

[1] یزید نے اپنے عامل کوفہ کو امام حسین کا سر کاٹنے کا حکم دیا تھا (یعقوبی جلد ۲ ص ۸۸)

Marfat.com

اسی دوران میں علی بن الحسین بیڑیوں میں جکڑے ہوئے لائے گئے اس نے ان کی بیڑیاں اتارنے کا حکم دیا اور ان سے مخاطب ہو کر کہا:

"مجھے افسوس ہے کہ تمھارے والد نے مجھ سے قطع رحمی کی میرے حق سے پہلوتہی برتی، میری حکومت کو قبول کرنے سے انکار کر دیا اس پر اللہ نے ان کے ساتھ جو کچھ کیا وہ تم نے خود اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا۔"

علی نے جواب دیا:

- ہر مصیبت جو انسان کو پیش آتی ہے وہ خدائی نوشتوں میں پہلے سے لکھی ہوئی موجود ہوتی ہے۔ اس کے بعد یہ آیت پڑھی: ماسواعلیٰ مافاتکم ولاتفرحوابما اتاکم واللہ لایحب کل مختال فخور۔

اس کے بعد یزید نے حکم دیا کہ علی بن الحسین اور دیگر لوگوں کو جو ان کے ساتھ آئے ہیں عزت و احترام کے ساتھ اس کے محل کے متصل ایک گھر میں ٹھیرایا جائے۔ اور ان کا جو اسباب لوٹا گیا ہے وہ انھیں واپس کر دیا جائے۔ ان کی خدمت کے لئے اس نے کئی لونڈیاں بھی مقرر کر دیں۔

شروع میں جب حضرت حسین کا سر اس کے پاس پہنچا تھا تو اسے بڑی خوشی ہوئی تھی۔ اور اس نے ابن زیاد کے اس فعل کو بڑی تحسین

Marfat.com

کی نظروں سے دیکھا تھا۔ اس کا خیال تھا کہ حسین کے قتل سے اس کی راہ سے سب سے بڑا کانٹا نکل گیا ہے۔ اور اب وہ بڑے چین اور آرام سے حکومت کر سکے گا۔ لیکن جب اس پر ہر طرف سے پھٹکار پڑنی شروع ہوئی تو اسے ندامت کا احساس ہوا۔ وہ اکثر کہا کرتا تھا۔

"میرا کیا ہرج تھا اگر میں تھوڑی سی تکلیف گوارا کر لیتا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عزت و احترام اور ان کے حقوق اور قرابت کی خاطر حسین کو اپنے محل میں لا کر ان کی پیش کردہ باتوں کو قبول کر لیتا۔ خواہ اس طرح مجھے کسی قدر کمزوری کا مظاہرہ ہی کیوں نہ کرنا پڑتا۔ اللہ تعالیٰ ابن مرجانہ پر لعنت کرے یہ سب کارستانی اسی کی ہے حسین نے اسے تین باتوں کی پیش کش کی تھی اور وہ بہت آسانی سے ان تینوں میں سے کوئی بات قبول کر لیتا۔ لیکن اس نے کوئی بات بھی نہ مانی اور حسین کو قتل کر کے مجھے لوگوں کی نظروں میں مبغوض بنا دیا۔ اور ان کے دلوں میں میری طرف سے عداوت اور بغض کے جذبات پیدا کر دئے۔"

زینبؑ بنت فاطمہ

یہ امر قابل ذکر ہے کہ معرکۂ کربلا کے دن ابن زیاد کے دربار میں اور یزید کے محل میں حضرت زینب بنت فاطمہ نے جس جرأت اور بہادری کا ثبوت دیا اس کی مثال پیش کرنے سے زمانہ قاصر ہے۔ جب انھیں حضرت حسین کے دیگر اہل خاندان

کے ہمراہ یزید کے دربار میں حاضر کیا گیا تو ایک شامی نے اٹھ کر یزید سے کہا کہ فاطمہ بنت علی کو مجھے دے دیا جائے۔ مفید میں لکھا ہے کہ اس نے فاطمہ بنت حسین کا نام لیا تھا۔ فاطمہ نے ڈر کر حضرت زینب کا دامن پکڑ لیا۔ حضرت زینب نے اس شامی سے کہا:

"تو جھوٹ بولتا ہے۔ نہ تجھے یہ اختیار ہے کہ تو فاطمہ کو حاصل کر سکے اور نہ یزید کو یہ اختیار ہے کہ وہ اسے تجھے دے سکے۔"

یزید کو یہ سن کر غصہ آ گیا اور کہا:

"تم جھوٹ بولتی ہو۔ مجھے یہ اختیار حاصل ہے اور اگر میں چاہوں تو ایسا کر سکتا ہوں۔"

حضرت زینب نے جواب دیا:

"ہرگز نہیں۔ اللہ نے تجھے یہ اختیار نہیں دیا سوائے اس کے کہ تو ہمارے دین اور ملت سے نکل جائے اور کوئی دوسرا دین اور ملت اختیار کر لے۔"

یزید یہ سن کر غصے میں اور بھی زیادہ بے قابو ہو گیا۔ اور اس نے کہا:

"تم میرے سامنے یہ باتیں کہتی ہو؟ دین سے تمھارا باپ اور تمھارا بھائی نکل گیا تھا۔"

Marfat.com

حضرت زینب نے جواب دیا:

"میرے بھائی اور دادا کے دین ہی سے تو نے اور تیرے باپ اور دادا نے ہدایت حاصل کی تھی۔"

یزید نے کہا "اے اللہ کی دشمن تو جھوٹ بولتی ہے۔"

حضرت زینب نے جواب دیا:

"تو امیر ہے اور محض حکومت کے نشے میں دوسرے لوگوں کو گالیاں دیتا اور ان پر ظلم و ستم توڑتا ہے۔"

اس پر یزید کو شرم آگئی اور خاموش ہو گیا۔

مدینہ میں غم و حزن کے بادل

جب حضرت حسین آپ کے ساتھیوں اور اہل بیت کی شہادت کی خبر مدینہ میں پہنچی تو وہاں کے لوگوں پر حزن و الم کے بادل چھا گئے۔ عقیل بن ابیطالب کی بیٹی دوسری عورتوں کے ہمراہ چیختی چلاتی ہوئی باہر نکل آئیں۔ ان کی زبان پر یہ شعر جاری تھے:

ماذا تقولون ان قال النبی لکم
ماذا فعلتم وانتم اخر الامم
بعترتی وباهلی بعد مفتقدی
منهم اساری وقتلی ضرجوا بدم

Marfat.com

ماکان ھذا جزائی اذ نصحت لکم

ان تخلفونی بسوء فی ذی رحمی

(تم کیا کہو گے جب قیامت میں رسول اللہ صلعم تم سے پوچھیں گے کہ اے وہ لوگو! جو آخری امت ہو، تم نے میری وفات کے بعد میری اولاد اور اہل بیت کے ساتھ کیا سلوک کیا کہ ان میں سے بعض کو قیدی بنا لیا اور بعض خاک و خون میں غلطاں پڑے ہیں۔ کیا میرے احسانات کا یہی بدلا تھا جو تم نے میرے عزیزوں اور رشتہ داروں کے ساتھ بدترین سلوک کر کے ادا کیا۔)

جب عامل مدینہ عمرو بن سعد نے ان کی آوازیں سنیں تو وہ ہنسا اور منبر پر چڑھ کر لوگوں کو حضرت حسین کے قتل کی خبر دی[1]۔

جب عبداللہ بن جعفر کو اپنے دونوں بیٹوں کی شہادت کی خبر ملی تو ان کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔ ان کے بعض غلام اور احباب ان کے پاس تعزیت کے لئے آئے۔ ان میں سے ایک نے کہا:

"ہمیں حسین کی خبر شہادت کا یہ بدلا ملا"

یہ سن کر ابن جعفر نے اپنا جوتا اس شخص کے منہ پر کھینچ مارا اور کہا:

---

[1] بعد میں عمرو بن سعد کو بڑے ہولناک طریقے سے قتل کر دیا گیا۔

Marfat.com

"اے ابن مخنف! تو حسین کے متعلق یہ بات کہتا ہے۔ خدا کی قسم! اگر میں اس موقع پر حاضر ہوتا تو اس وقت تک حسین کی معیت ترک نہ کرتا جب تک میں بھی ان کے ساتھ قتل نہ ہو جاتا۔ خدا کی قسم! میں یہ سوچ کر اپنے دل کو تسکین دے لیتا ہوں کہ میرے دونوں بیٹے راہ خدا میں میرے بھائی کی حفاظت کرتے ہوئے شہید ہوئے ہیں۔ اگرچہ میں حسین کی مدد نہ کر سکا۔ لیکن میری طرف سے میرے بیٹوں نے یہ فرض ادا کر دیا۔"

قاتلانِ حسین کا عبرتناک انجام

قاتلانِ حسین کے متعلق کتب تواریخ میں لکھا ہے کہ ان میں سے کوئی بھی عذابِ الٰہی سے نہ بچ سکا۔ ان میں سے بعض بُری طرح قتل کئے گئے۔ اور بعض اپنی موت سے قبل دردناک مصیبتوں اور آفتوں میں مبتلا ہو گئے۔

ابن جوزی نے زہری سے روایت کرتے ہوئے لکھا ہے:

"قاتلین حسین میں سے کوئی شخص ایسا نہ تھا جسے بہت جلد دنیا ہی میں اپنے گناہ کی سزا نہ مل گئی ہو۔ بعض کو قتل کر دیا گیا۔ بعض اندھے ہو گئے۔ بعضوں کا افتدار چھن گیا اور انھوں نے اپنی باقی زندگی سخت ذلت و رسوائی کی حالت میں بسر کی۔"

Marfat.com

ابن تیمیہ نے لکھا ہے :

"زہری نے جو یہ کہا ہے کہ قاتلین حسین میں سے کوئی شخص بھی ایسا نہیں بچا جسے دنیا میں سزا نہ مل گئی ہو تو یہ عین ممکن ہے کیونکہ سب سے بڑا گناہ سرکشی ہے اور حسین کے مقابلے میں آنا سب سے بڑی سرکشی ہے"

ابن کثیر نے لکھا ہے :

"قاتلین حسین پر عذاب نازل ہونے کے متعلق جو روایات مروی ہیں ان میں سے اکثر و بیشتر صحیح ہیں۔ قاتلین حسین میں سے بیشتر لوگ تو بری طرح قتل کئے گئے۔ جو باقی بچے وہ سخت تکلیف دہ امراض میں مبتلا ہو گئے۔ بیشتر لوگوں کو جنون لاحق ہو گیا اور وہ اسی حالت میں مر گئے"

جب مختار بن عبید الثقفی نے خوں ریز لڑائی کے بعد کوفہ پر تسلط حاصل کیا تو اس نے ایک دن میں دو سو چالیس ایسے آدمیوں کو قتل کیا جنھوں نے حضرت حسین کی شہادت میں حصہ لیا تھا۔ یا اس لشکر میں شامل تھے جو ابن زیاد نے حضرت حسین سے لڑنے کے لئے بھیجا تھا۔

عمرو بن الحجاج الزبیدی حضرت حسین کو قتل کرنے والوں میں شامل تھا۔ وہ بھاگ کر کہیں روپوش ہو گیا۔ لیکن مختار کے لوگوں نے اس کا پتا لگایا۔ اور اسے ذبح کر دیا۔

شمر بن ذی الجوشن بھی بھاگ گیا تھا لیکن مختار کے آدمیوں نے اسے بھی پکڑ کر قتل کر دیا۔

مختار نے قاتلین حسین کو قتل کرانے کا سلسلہ برابر جاری رکھا۔ وہ لوگ پکڑ کر اس کے سامنے لائے جاتے اور وہ انھیں مختلف عذاب دے کر قتل کرا دیتا۔ بعض کو آگ میں جلا دیتا، بعض کے ہاتھ پاؤں کاٹ کر چھوڑ دیتا۔ اور وہ سسک سسک کر مر جاتے بعض کو تیروں کے ذریعے چھدوا دیتا۔

خولی بن یزید وہ شخص تھا جو امام حسین کا سر کاٹ کر ابن زیاد کے پاس لے گیا تھا۔ وہ بھی کسی پوشیدہ جگہ چھپ گیا تھا لیکن مختار کے آدمیوں نے اس کا پتہ لگا لیا۔ اور اسے گرفتار کر کے مختار کے سامنے حاضر کر دیا۔ مختار نے اسے قتل کرنے اور آگ میں جلانے کا حکم دیا۔ چنانچہ اسی کے مطابق عمل کیا گیا اور اس کی لاش بالکل خاکستر ہو گئی۔

غرضیکہ قاتلین حسین میں سے جس جس پر مختار کا قابو چل سکا اس نے اسے بری طرح قتل کروایا۔ عمر بن سعد جو ابن زیاد کے لشکر کا سپہ سالار تھا اسی طرح قتل کیا گیا اور اس کے بیٹے کو بھی اسی طرح قتل کر دیا گیا۔

بعض لوگ کوفہ سے بھاگ کر بصرہ چلے گئے تھے۔ مختار نے ان

تمام لوگوں کے مکانات منہدم کرا دیئے اور ان میں آگ لگوا دی
اس کے بعد مختار نے ابراہیم بن اشتر کو ایک آزمودہ کار فوج کے ہمراہ عبداللہ بن زیاد سے لڑنے کے لئے بھیجا۔ ابن زیاد اس کے مقابلے کے لئے شامیوں کا ایک عظیم لشکر لے کر روانہ ہوا۔ نہر خازر پر دونوں لشکروں کا مقابلہ ہوا جس میں ابن زیاد کے لشکر کو شکست ہوئی اور ابن زیاد میدان جنگ میں مارا گیا۔ اسے ابن اشتر نے قتل کیا تھا۔
لڑائی کے بعد ابن اشتر نے ابن زیاد حصین بن نمیر شرحبیل بن ذی الکلاع اور ابن زیاد کے دوسرے بڑے بڑے ساتھیوں کے فتح کی خوشخبری کے ساتھ مختار کی خدمت میں کوفہ روانہ کر دیئے۔ مختار نے ابن زیاد اور عمر بن سعد کے سر علی بن الحسین کے پاس بھیج دیئے۔ جب یہ سر ان کے سامنے رکھے گئے تو وہ سجدے میں گر پڑے اور کہا:
"اللہ تعالیٰ کا شکر ہے جس نے میرے لئے میرے دشمنوں سے میرا بدلا لے لیا۔"
اس طرح اللہ سبحانہ تعالیٰ نے ہر اس شخص کو ہلاک کر دیا جو حضرت امام حسین سے لڑنے والی فوج میں شامل تھا اور اس نے آپ سے لڑنے کے لئے نیزہ یا تلوار اٹھائی تھی۔

حادثۂ فاجعہ کے بعد ہی سے!

ائمہ اثنا عشریہ

بہت سے مستشرقین نے حضرت حسینؑ کی شہادت کو شیعیت کی ترویج کا سب سے بڑا سبب ظاہر کیا ہے۔ ان میں سے بعض نے تو یہاں تک لکھا ہے کہ اگر حضرت حسین کی شہادت کا واقعہ پیش نہ آتا تو اسلام میں شیعہ فرقے کا وجود ہی نہ ہوتا۔ لیکن یہ بات صحیح نہیں۔ کیونکہ شیعی افکار کی ترویج رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے معاً بعد اس وقت سے شروع ہو گئی تھی جب حضرت علی کو خلافت کے سب سے بڑے حق دار کی صورت میں پیش کیا گیا تاہم شہادت حسین نے اس نظریہ کو پھلنے پھولنے میں بہت مدد دی۔

حضرت حسین کی شہادت کے بعد امامت ان کے بیٹے علی اصغر زین العابدین کی جانب منتقل ہوگئی۔ اثنا عشری شیعہ کہتے ہیں کہ حضرت حسین نے خود اپنے بیٹے کی امامت کی وصیت کی تھی اور اپنے سوتیلے بھائی محمد بن الحنفیہ کو نظر انداز کر دیا تھا۔ اس طرح نظریۂ امامت نے ایک نئی شکل اختیار کر لی۔ اور امامت کو موروثی بنا لیا گیا جو باپ سے بیٹے کو منتقل ہوتی تھی۔ چونکہ علی الاکبر بن الحسین میدان کربلا میں اپنے والد کے ساتھ شہید ہو چکے تھے اس لئے امامت حضرت حسین کے دوسرے بیٹے علی الاصغر کی جانب منتقل ہوگئی جو کربلا میں شہید ہونے سے بچ گئے۔

نئے امام نے اہل مدینہ کی اس بغاوت میں حصہ نہ لیا جو انھوں نے یزید کے خلاف کھڑی کی تھی جب یزید کے لشکر نے اہل مدینہ پر قابو پا لیا تو تین روز تک اس نے شہر میں قتل و غارت کا بازار گرم رکھا۔ یزید اس موقع پر بذات خود موجود تھا۔ اور فتح حاصل کرنے کے بعد اس نے مدینہ والوں کو اپنا غلام قرار دے کر اسی حیثیت سے ان کی بیعت لی بھی لیکن جب علی بن الحسین اس کے پاس آئے تو اس نے انھیں

---

[1] فرقہ کیسانیہ کے نزدیک حضرت حسین کی شہادت کے بعد امامت ان کے بھائی محمد بن الحنفیہ کی جانب منتقل ہو گئی تھی۔

Marfat.com

اپنے پہلو میں بٹھالیا اور کہا:

"امیر المومنین (معاویہ) نے مجھے تمھارے ساتھ نیکی کرنے کی وصیت کی تھی۔"

بعد میں جب عبداللہ بن زبیر نے یزید کے خلاف خروج کیا تب بھی علی بن الحسین نے ان کی تائید نہ کی اور بغاوت میں کسی قسم کا حصہ نہ لیا۔ اسی طرح جب کوفہ میں مختار نے علم بغاوت بلند کیا تو علی بن الحسینؑ نے مسجدِ نبویؐ میں کھڑے ہو کر اس سے بے تعلقی کا اظہار کیا۔ اسی لئے مختار نے بھی ان کی بجائے ان کے چچا محمد بن الحنفیہ کی تائید کی تھی۔

واقعہ یہ ہے کہ اس عہد میں شیعہ دو گروہوں میں منقسم ہو گئے تھے۔ ایک گروہ یہ کہتا تھا کہ امامت صرف بنو فاطمہ کا حق ہے لیکن دوسرا گروہ اسے بنو فاطمہ سے مختص نہ سمجھتا تھا۔ اس کے نزدیک حضرت علیؑ کی دوسری اولاد بھی اس کی حقدار تھی۔ پہلے گروہ کے نزدیک حضرت حسین کے بعد امامت علی بن الحسین کی جانب منتقل ہو گئی تھی۔ اور دوسرے گروہ کے نزدیک محمد بن الحنفیہ کی جانب، جو حضرت حسین کے سوتیلے بھائی تھے۔

حضرت امام زین العابدین نے سیاست سے بالکل دست کشی اختیار کر لی تھی۔ اور فتنوں اور بغاوتوں میں حصہ لینے کی بجائے ہر وقت

Marfat.com

عبادت اور ذکر الٰہی میں مشغول رہتے تھے ۔ اس کی سب سے بڑی وجہ یہ تھی کہ انھوں نے اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا تھا کہ مختلف لوگوں کی طرف سے حصولِ اقتدار کی جتنی کوششیں کی گئیں وہ سب ناکامی پر منتج ہوئی تھیں۔

امام زین العابدین کی والدہ فارسی الاصل تھیں وہ ان کی حد درجہ تابعداری اور خدمت گزاری کرتے تھے۔ نماز بڑے سوز و گداز سے ادا کرتے تھے۔ لمبا اوقات سارا قرآن کریم ایک ہی رات میں ختم کر دیتے تھے۔ وہ بہت خوش الحان تھے۔ بے حد سادہ مزاج تھے اور سارا دن ایک ٹوٹی ہوئی چٹائی پر بیٹھے رہتے تھے۔ کثرت سے روزے رکھتے تھے اور جو کی ایک روٹی سے روزہ افطار کرتے تھے۔ حد درجہ سخی تھے اور ایک دن میں سو سو بکریاں ذبح کر کے ان کا گوشت لوگوں میں تقسیم کر دیتے تھے۔

ان کے زہد و اتقا اور پرہیزگاری کے باعث لوگ ان کی بے حد تعظیم کرتے تھے۔ ایک مرتبہ حج کے موقع پر اموی خلیفہ ہشام بن عبدالملک کثرتِ اژدحام کے باعث حجرِ اسود تک نہ پہنچ سکا لیکن جب علی بن الحسین طواف کرتے کرتے حجرِ اسود کے قریب پہنچے تو لوگوں نے فوراً آپ کے لئے راستہ صاف کر دیا۔ اور آپ بہ آسانی حجرِ اسود تک پہنچ گئے ہشام

نے تجاہلِ عارفانہ کرتے ہوئے پوچھا کہ یہ کون ہے؟
عربی شاعر فرزدق اس موقع پر موجود تھا۔ یہ سن کر اس نے اپنا وہ مشہور قصیدہ پڑھا جس کا پہلا شعر یہ ہے:

هٰذا الذی تعرف البطحاء وطأته

والبیت یعرفه والحل والحرام

(یہ وہ شخص ہے جسے ارضِ بطحا، بیت اللہ۔ سرزمینِ مکہ اور تمام عرب خوب جانتا ہے)

ہشام یہ منظر دیکھ کر بہت غضب ناک ہوا۔ شیعہ کتب میں لکھا ہے کہ ہشام نے انھیں زہر دینے کا مصمم ارادہ کر لیا تھا لیکن وہ اپنے ارادے میں کامیاب نہ ہو سکا۔

امام زین العابدین نے ۹۴ھ یا ۹۵ھ میں وفات پائی اور بقیع میں اپنے چچا حضرت حسن کے پہلو میں مدفون ہوئے۔ ان کی امامت کا زمانہ ۳۵ برس رہا۔

امام محمد الباقرؒ

علی بن الحسین کے بعد امامت ان کے بیٹے محمد الباقر کی طرف منتقل ہو گئی۔ وہ بھی اپنے والد کی طرح بہت عابد و زاہد انسان تھے۔ سارا دن درس و تدریس میں مشغول رہتے تھے۔ امامت کی بیشتر صفات کا علم لوگوں کو انہی کے ذریعے ہوا۔ روایت ہے

Marfat.com

ایک مرتبہ کسی شخص نے ان سے پوچھا کہ کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام انبیاء کا علم دیا گیا تھا؟ انھوں نے جواب دیا "ہاں" اس نے پوچھا کیا آپ کو بھی اس علم سے حصہ ملا ہے؟" انھوں نے کہا "ہاں" اس نے پوچھا "کیا آپ مُردوں کو زندہ اور اندھوں کو بینا کر سکتے ہیں؟" انھوں نے جواب دیا "ہاں اللہ کے اذن سے کر سکتا ہوں" چنانچہ انھوں نے ایک آدمی کی آنکھ پر ہاتھ پھیرا وہ فوراً اندھا ہو گیا۔ انھوں نے دوبارہ ہاتھ پھیرا تو اس کی بینائی لوٹ آئی۔

ان کی مجلس میں بے شمار علمی سوالات پیش ہوتے تھے اور وہ بحسن و خوبی ان کے جوابات دیا کرتے تھے لیکن ذاتِ خداوندی کی کنہ کے متعلق بحث پسند نہ کرتے تھے۔ اور کہا کرتے تھے کہ اللہ تعالیٰ کی ماہیت کو جاننا انسان کی طاقت سے باہر ہے۔ وہ کہا کرتے تھے کہ تمام آئمہ معصوم ہیں اور اہل بیت بھی گناہوں کے ارتکاب سے قطعی محفوظ ہیں۔ تمام زمین آئمہ کی ملکیت ہے، انہی کی وجہ سے اللہ تعالیٰ لوگوں پر رحم کرتا اور ان پر اپنے انعام نازل کرتا ہے۔ اگر وہ نہ ہوتے تو انسان ہلاک ہو جاتے ... آئمہ اللہ کے سوا اور کسی سے نہیں ڈرتے۔

خلیفہ ہشام بن عبدالملک کے زمانہ میں جبکہ امام محمد الباقر بقیدِ حیات تھے ان کے بھائی زید نے اموی حکومت کے خلاف خروج کیا تھا۔ حاکم

عراق یوسف بن عمر نے ان کے مقابلے کے لئے ایک لشکر روانہ کیا جس نے انھیں شکست دی اور وہ میدان جنگ میں مارے گئے۔ ان کے جسم کو کوفہ میں سولی پر لٹکا دیا گیا۔ اور سر کو مختلف شہروں میں پھرایا گیا۔

شیعہ روایات کی رُو سے امام محمد الباقر کو زہر دیا گیا تھا۔ وفات کے وقت اُن کی عمر ستاون برس کی تھی۔

عباسی بغاوت

صلح جوئی کی یہ پالیسی مذکورہ بالا اماموں اور ان کے حامیوں نے حکومت بنی امیہ کے مقابلہ میں اختیار کر رکھی تھی۔ محمد بن الحنفیہ بن علی ابن ابی طالب کے حامیوں کو پسند نہ آئی اور وہ لوگ آل عباس کے ساتھ مل کر اموی حکومت کے خلاف بغاوت کرنے کی تدابیر سوچنے لگے۔ محمد بن الحنفیہ کی امامت کے داعیوں میں پیش پیش ابوہاشم تھے۔ انھیں ہشام بن عبدالملک نے زہر دے دیا تھا۔ جب انھیں محسوس ہوا کہ ان کا آخری وقت قریب ہے، تو انھوں نے حمیمہ کے مقام پر محمد بن علی بن عبداللہ بن عباس کی بیعت امامت و خلافت کر لی۔ کیسانیہ یعنی ابوہاشم کی جماعت اور محمد بن الحنفیہ کے شیعہ حامیوں کی تائید حاصل ہونے پر محمد نے امامت کا دعویٰ کر دیا لیکن اس دعوت کے نتائج حاصل ہونے سے پہلے ہی ان کا آخری وقت آپہنچا۔

اور انھوں نے اپنے بیٹے ابراہیم کو امامت کا منصب سپرد کر دیا۔

ابراہیم نے اپنے داعیوں کے ذریعے خراسان میں اپنی امامت کا پروپیگنڈا شروع کر دیا۔ امام ابراہیم کے بھیجے ہوئے داعی کسی معین شخص کا نام لینے کی بجائے آل محمد کی امامت کا پروپیگنڈا کرتے تھے۔ امام ابراہیم کو ایک ہوشیار اور چالاک خراسانی نوجوان کی خدمات بھی حاصل ہو گئیں جو جنگی حیلوں سے بھی بہت اچھی طرح واقف تھا۔ اس شخص کا نام ابومسلم خراسانی تھا۔ ابراہیم نے اس کی قابلیت کو دیکھ کر اسے اپنے تمام داعیوں کا سردار بنا دیا۔ ابومسلم کو عباسی دعوت کے پھیلانے میں زبردست کامیابی نصیب ہوئی۔ امویوں کے آخری خلیفہ مروان بن محمد کو اس کے ہاتھوں عبرت ناک شکست اٹھانی پڑی۔ اور عباسی خلافت کا قیام عمل میں آیا۔ اس سلطنت کا پہلا خلیفہ امام ابراہیم کا بھائی ابوالعباس السفاح تھا۔ امام ابراہیم کو امویوں نے حکومت کے خلاف سازش کرنے اور علم بغاوت بلند کرنے کے الزام میں قتل کرا دیا تھا۔ عباسیوں نے اقتدار حاصل کرتے ہی امویوں کو چن چن کر قتل کرنا شروع کیا۔ اور سوائے ان معدودے چند لوگوں کے جنھوں نے بھاگ کر اندلس میں اموی حکومت کی بنیاد رکھی باقی سب امویوں کو موت کے گھاٹ اتار دیا۔

ابوالعباس السفاح نے اپنے بھائی ابوجعفر منصور کو اپنا جانشین

مقرر کر دیا۔ منصور کے عہد میں عباسی سلطنت کو استحکام حاصل ہو گیا۔ اگرچہ بعض بغاوتیں اس کے خلاف ضرور اٹھیں لیکن وہ انھیں فرو کرنے اور کچلنے میں کامیاب ہو گیا۔

امام جعفر صادق

اس سیاسی اضطراب کے زمانہ میں چھٹے امام جعفر صادق مدینہ میں گوشہ نشینی کی زندگی بسر کر رہے تھے۔ شہرستانی نے ان کے اوصاف بیان کرتے ہوئے لکھا ہے:

"امام جعفر صادق کو دینی علوم سے حصہ وافر عطا ہوا تھا۔ حکمت و موعظت ان کی گھٹی میں پڑی ہوئی تھی۔ دنیا سے بے رغبتی انتہا کو پہنچی ہوئی تھی اور شہوات سے انھوں نے بہ کلی اجتناب کیا ہوا تھا۔ وہ کافی عرصے تک مدینہ میں رہ کر علم و عرفان کے موتی بکھیرتے رہے اس کے بعد عراق چلے آئے لیکن وہاں کی سیاست میں مطلق دخل نہ دیا اور نہ خلافت کے بارے میں کسی سے جھگڑا کیا۔

ان کے شاگردوں میں جو ان کے درس میں باقاعدہ شامل ہوتے تھے امام ابو حنیفہؒ اور امام مالکؒ بہت مشہور ہیں۔ یہ دونوں آگے چل کر حنفی اور مالکی فقہ کے بانی بنے۔ معتزلیوں کا مشہور امام واصل بن عطا بھی

Marfat.com

ان کا شاگرد تھا۔ امام جعفر صادق نے اپنے عہد کے علوم و فنون کے متعلق گراں قدر آرار کا اظہار کیا ہے۔ ان کے اقوال کا مطالعہ کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ ایک مرتبہ کسی امر کے متعلق جو رائے قائم کر لیتے تھے ہمیشہ اس پر قائم رہتے تھے۔ بات کو بڑی صراحت اور وضاحت سے بیان کرتے تھے۔ ان کا مطالعہ بڑا وسیع تھا۔ بدیہہ گوئی میں انھیں کمال حاصل تھا۔ ان کا ایک مشہور قول یہ ہے:

تین لوگوں سے ہمیشہ شفقت اور ہمدردی کا سلوک کرنا چاہیئے:
۱: وہ شخص جو پہلے مال دار ہو اور گردشِ زمانہ سے فقیر اور کنگال ہو جائے
۲: وہ شخص جس کا شمار پہلے معزز لوگوں میں ہوتا تھا لیکن پھر زمانہ کے الٹ پھیر سے ذلت و رسوائی کا شکار ہو جائے۔ ۳: وہ عالم جس کے ساتھ جاہل مسخر کریں۔

شیعہ اصحاب اکثر احادیث جن سے امامت کے عقیدہ کی تائید ہوتی ہے امام جعفر صادق کی طرف منسوب کرتے ہیں۔ امام صاحب ۱۴۸ھ میں ابو جعفر منصور کے عہد خلافت میں فوت ہوئے اور بقیع میں اپنے والد اور دادا کے پہلو میں دفن ہوئے۔

امام موسیٰ کاظم

جس وقت سفاح نے عباسی خلافت کی بنیاد رکھی امام موسیٰ کاظم چار برس کے

Marfat.com

تھے۔ انھوں نے اپنے والد کی وفات کے بعد امامت حاصل کی اور
تینتیس سال تک اس منصب پر فائز رہے۔ دراصل اس منصب پر ان
کے بڑے بھائی اسمٰعیل کا حق تھا لیکن وہ اپنے والد کی زندگی ہی میں وفات
پا گئے تھے۔ اس لئے امامت ان کے بھائی موسیٰ کی طرف منتقل ہو گئی۔ لیکن
اس کے باوجود شیعوں میں ایک نیا اختلاف پیدا ہوا۔ اور بعض لوگوں۔
اسمٰعیل کی موت کا انکار کر کے یہ کہنا شروع کر دیا کہ وہ غائب ہو گئے ہیں
اور عنقریب دوبارہ ظاہر ہوں گے یہ گروہ فرقۂ اسمٰعیلیہ کہلایا جس کے پیرو
آجکل بھی کثرت سے پائے جاتے ہیں۔

اثنا عشری شیعہ کہتے ہیں کہ امام جعفر صادق نے اپنے بڑے بیٹے اسمٰعیل
کی امامت کی وصیت تو کی تھی لیکن چونکہ اسمٰعیل اپنے ہوش میں نہ رہے
تھے اس لئے امامت موسیٰ کی جانب منتقل ہو گئی جو امام جعفر صادق کے سا
بیٹوں میں سے چوتھے تھے۔ ان کا لقب کاظم اس لئے پڑا کہ وہ بہت
تھے۔ اور غصّے کو بہت جلد پی جاتے تھے۔ (کاظم کے معنی ہیں غصّہ
والا) وہ بہت عابد، زاہد، متقی، پرہیزگار اور صالح انسان تھے اور
کے بلند مقام تک پہنچے ہوئے تھے۔ ایک مرتبہ رات کے ابتدائی حصّے
نماز کے لئے مسجد نبوی میں آئے۔ سجدہ میں گئے تو یہ دعا پڑھنی شر
کی:

"میرے گناہ بہت زیادہ ہو گئے ہیں اے گناہوں کے بخشنے والے
ے سے درگزر فرما"

ساری رات گزر گئی مگر انھوں نے سجدہ سے سر نہ اٹھایا اور برابر
ی دعا کا ورد کرتے رہے۔

وہ بہت ہی نیک خصلت اور فیاض انسان تھے اور کبھی برائی کا بدلا
رائی سے نہ دیتے تھے۔ ایک شخص انھیں بہت دکھ دیا کرتا تھا آپ
نے بجائے اس کے کہ اسے سرزنش کرتے اسے ایک تھیلی بھیجی جس میں
یک ہزار دینار تھے۔ وہ اکثر دو سو تین سو اور چار سو دیناروں کی
تھیلیاں بنایا کرتے اور انھیں مدینہ میں تقسیم کر دیا کرتے تھے۔

مہدی کو خطرہ تھا کہ کہیں یہ اس کے خلاف بغاوت نہ کر دیں۔
س لئے انھیں قید کر دیا۔ لیکن کچھ عرصے کے بعد یہ اقرار لے کر
چھوڑ دیا کہ وہ اور ان کی اولاد میں سے کوئی اس کے خلاف بغاوت
یں حصہ نہ لے گا۔

ہارون الرشید نے بھی اپنے زمانۂ خلافت میں انھیں مقید
ر دیا تھا۔ ان کی وفات کے بارے میں مؤرخین مختلف اقوال بیان
رتے ہیں بعض کہتے ہیں کہ رشید نے انھیں خفیہ طور پر قتل کرنے کا
حکم دے دیا تھا۔ چنانچہ حکم کی تعمیل میں انھیں قتل کر دیا گیا۔ بغداد

Marfat.com

ہی ہیں مدفون ہوئے۔

امام علی رضا

ہارون الرشید کی وفات کے بعد اس کے دونوں بیٹوں امین اور مامون کے مابین اختلاف پیدا ہوگیا۔ امین اپنے بھائی مامون کو ولی عہدی سے ہٹا کر اس کی جگہ اپنے بیٹے کو مقرر کرنا چاہتا تھا۔ مامون اس زمانے میں سلطنت عباسیہ کے مشرقی علاقوں کا حاکم تھا۔ جہاں فارسی عنصر کو غلبہ حاصل تھا۔ بالآخر دونوں بھائیوں میں جنگ چھڑ گئی جس میں مامون کو فتح حاصل ہوئی۔ اس وقت علی رضا امام قائم تھے۔

مامون کلی طور پر اپنے وزیر فضل بن سہل کے زیر اثر تھا جو شیعیت کی طرف مائل تھا، اس نے مامون کو امام علی رضا کو ولی عہد مقرر کرنے کا مشورہ دیا۔ تاکہ اس طرح اسے شیعوں کی تائید بھی حاصل ہو جائے۔

معلوم ہوتا ہے کہ مامون بنو عباس سے ناراض تھا۔ کیونکہ انھوں نے اس کے اور اس کے بھائی امین کی آویزش میں امین کا ساتھ دیا تھا اور اسے ولی عہدی سے ہٹانے کی تائید کی تھی۔ لہٰذا اس نے اپنے وزیر کی نصیحت کو قبول کر لیا۔ اور علی رضا کو مدینے سے بلا کر ۲۷۔ رمضان ۲۰۱ھ کو اعیانِ مملکت سے ان کی ولی عہدی

کی بیعت لے لی۔ دیناروں اور درہموں پر بھی ان کے نام کی مہر لگا دی گئی۔ اس عہد کے سکوں پر یہ مہر لگی ہوتی تھی :

ملک اللہ والدین ۔ المامون امیر وخلیفۃ المومنین والرضا امام المسلمین ۔

ساتھ ہی اپنی بیٹی ام حبیب کی ان سے شادی بھی کر دی اور سیاہ لباس اور جھنڈوں کو ترک کر کے (جو عباسیوں کا خاص نشان تھا سبز رنگ اختیار کر لیا جو علویوں کا شعار تھا۔

مامون کی اس کارروائی سے بغداد میں عربی عنصر کو سخت تشویش ہوئی۔ اور انھوں نے مامون کی بیعت ترک کر کے اس کے چچا ابراہیم بن مہدی کی بیعت کر لی۔ چنانچہ مامون مجبوراً بغداد پر حملہ کرنے کے لئے روانہ ہوا۔ راستے میں فضل بن سہل کو ایک حمام میں بند کر کے قتل کر دیا گیا۔ یہی وہ شخص تھا جس نے امام علی رضا کو ولی عہد بنانے کی صلاح دی تھی۔ مامون نے اس کے قاتلوں کو قتل کرا دیا۔ اسی اثنار میں امام علی رضا بھی زہر آلود انگور کھانے سے ہلاک ہو گئے۔ اور مدینہ سے دور سناباذ کے مقام پر دفن ہوئے جہاں اس سے قبل ہارون الرشید بھی مدفون تھا۔ زیدالقایمی امام صاحب کا اپنا ایک خاص مقام تھا اور اس سے متاثر ہو کر ہرسال

Marfat.com

ہزاروں آدمی ان کے پاس زیارت کو آیا کرتے تھے۔

امام علی رضا کی وفات سے خلافت حاصل کرنے کے متعلق شیعوں کی تمام امیدوں پر پانی پھر گیا۔ اور اُن کے اور اُن کے برادرانِ عم زاد (عباسیوں) کے درمیان اختلافات نے دوبارہ شدت اختیار کر لی۔

امام محمد تقی

مامون نے اگرچہ بہ ظاہر سیاسی طور پر شیعوں کی پاسداری ترک کر دی تھی۔ سبز رنگ تبدیل کر کے دوبارہ سیاہ رنگ اختیار کر لیا تھا۔ اپنے وزیر فضل بن سہل کو ہلاک کرنے اور اپنے ولیعہد امام علی رضا کو خفیہ طور پر زہر دینے میں کامیاب ہو گیا تھا۔ لیکن اندرونی طور پر وہ شیعوں کی حمایت اور ان کا تقرب حاصل کرنے میں کوشاں رہا۔

غالباً اس کی وجہ یہ تھی کہ سلطنت کی سیاسی صورت حال بالکل غیر یقینی تھی۔ شام اور مصر میں بغاوتیں رونما ہو رہی تھیں۔ آذربائیجان میں بابک خرمی کو زبردست اثر و نفوذ حاصل ہو رہا تھا۔ خلیج فارس میں "ز۔ ط" نے قتل و غارت کا بازار گرم کر رکھا تھا۔ خراسان کی

حالت بھی غیر تسلی بخش تھی۔

ان حالات میں مامون نے یہی مناسب سمجھا کہ شیعوں کو بدستور اپنا حامی بنائے رکھے تاکہ کہیں وہ بھی اس کے دشمنوں سے مل کر اس کے لئے پریشانی کا موجب نہ بنیں۔

چنانچہ اس نے بعض شیعوں کو بڑے بڑے عہدے دے کر اہم علاقوں میں روانہ کیا۔ امام رضا کے اہل بیت پر خاص نظر عنایت کی۔ ان کے ایک بھائی کو امیر الحج بنا کر مکہ روانہ کیا۔ اپنی بیٹی ام الفضل کا نکاح نویں امام محمد تقی سے کر دیا۔ اور انھیں بیس لاکھ درہم عنایت کئے۔ بیٹی کا نکاح ان سے کرتے ہوئے اس نے یہ کہا کہ:

"میری خواہش ہے کہ میں ایسے بچے کا نانا بنوں جس کا سلسلہ نسب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت علی ابن ابی طالب سے جا کر ملے۔"

اپنے مقتول وزیر بن سہل کے خاندان کی اشک شوئی کے لئے اس نے اس کے بھائی حسن بن سہل کی بیٹی سے شادی کر لی۔ اور اس موقع پر اس قدر زبردست جشن کا اہتمام کیا جس کی نظیر نہیں ملتی۔

Marfat.com

امام محمد تقی کی سیاسی زندگی کے متعلق ہمیں کچھ زیادہ تفصیل نہیں ملتی۔ کیونکہ انھوں نے اپنی زندگی ایک جگہ پر نہیں گزاری ان کی زندگی کا کچھ عرصہ مدینہ میں گزرا اور کچھ بغداد میں۔ معتصم کے ایامِ خلافت میں وفات پائی۔ اور بغداد میں قریش کے قبرستان میں اپنے دادا ابوالحسن موسیٰ ابن جعفر کے پہلو میں دفن ہوئے۔ ان دونوں کے مزارات اب بھی مرجع خاص و عام ہیں۔

امام علی نقی

امام علی نقی نویں صدی عیسوی میں پیدا ہوئے جبکہ عباسی سلطنت پر ترک سپہ سالار چھا چکے تھے۔ اور عباسی خلفاء ان کے ہاتھوں میں محض کٹھ پتلی کی حیثیت رکھتے تھے۔ امام صاحب مدینہ میں خاموشی سے عبادت گزاری میں مصروف رہتے تھے۔ اور گوشہ نشینی کی زندگی بسر کر رہے تھے۔ ابھی وہ تیئیس برس کے تھے کہ خلیفہ متوکل نے لوگوں کو حضرت علی اور حضرت حسین کے مزارات کی زیارت سے روک دیا، بلکہ حضرت حسن کے مزار کو تو منہدم کرنے کا حکم بھی دے دیا۔

لوگوں نے خلیفہ سے جا کر چغلی کھائی کہ امام علی نقی ہمارے

Marfat.com

خلاف سازشوں میں مصروف ہیں۔ خلیفہ نے تفتیش کے لئے آدمی ان کے پاس بھیجا، لیکن اُسے سازش کا کوئی سُراغ نہ ملا۔ تاہم اس کے باوجود خلیفہ نے انھیں قید کرنے کا حکم دیا۔ اور وہ سامرا میں بیس سال تک قید کی زندگی بسر کرتے رہے۔ ان کا لقب عسکری تھا اور اس کی وجہ یہ تھی کہ معتصم نے سامرا کو فوجی چھاؤنی بنایا تھا۔ چونکہ امام صاحب نے یہاں بیس سال قید میں بسر کئے تھے اس لئے اس مناسبت سے ان کا لقب عسکری پڑ گیا۔

روایت ہے کہ خلیفہ نے کئی بار ان کے قتل کا ارادہ کیا۔ لیکن جس شخص کو بھی وہ اس کام پر مامور کرتا وہ قید خانہ سے کانپتا ہوا واپس آتا۔

ان کی وفات ۸۶۸ء مطابق ۲۵۴ھ میں خلیفہ معتز کے عہد میں ہوئی۔ اپنے پیچھے دو لڑکے حسن اور جعفر چھوڑے۔

امام حسن عسکریؒ

گیارھویں امام حسن عسکری کی ولادت ۲۳۲ھ اور ۲۳۳ھ کے درمیان ہوئی۔ ان کا لقب عسکری اس لئے پڑا کہ انھوں نے

Marfat.com

اپنی زندگی سامرا میں گزاری جسے خلفاء عباسیہ نے فوجی چھاؤنی بنایا ہوا تھا۔

امام صاحب چھوٹی ہی عمر سے درس و تدریس میں مشغول ہو گئے تھے۔ انھیں عربی کے علاوہ اور بھی کئی زبانیں آتی تھیں۔ کیونکہ ان کی ملاقات ہندوؤں، ترکوں اور فارسیوں سے رہتی تھی۔

والد کی وفات کے بعد امام حسن عسکری سامرا سے بغداد کے قید خانہ میں منتقل کر دیئے گئے۔ قید میں انھوں نے بے حد تکلیف اٹھائی۔ حتیٰ کہ بعض مرتبہ تو انھیں وضو کے لئے پانی دینے سے بھی انکار کر دیا گیا۔ ایک مرتبہ عین حالت نماز میں ان پر درندے چھوڑ دیئے گئے۔ لیکن انھوں نے انھیں مطلق گزند نہ پہنچایا اور وہ بدستور نماز میں مشغول رہے۔

کچھ عرصے کے بعد انھیں قید سے رہائی مل گئی اور وہ اپنے گھر سامرا میں واپس آ گئے۔

شیعی روایات کے مطابق ۲۶۰ھ میں خلیفہ معتمد عباسی کے حکم سے انھیں زہر دے دیا گیا۔

بارھویں امام

شیعوں کے نزدیک بارھویں امام مہدی آخر الزماں ہیں۔ وہ ۲۵۵ھ میں ا

والد کی وفات سے چار یا پانچ سال قبل بمقام سامرا پیدا ہوئے جب امام حسن عسکری کا آخری وقت قریب آیا تو انھوں نے بیٹے کی امامت کی وصیت کی ۔ ان کا نام محمد تھا۔ باپ کی وفات کے بعد وہ اپنے مکان کے ایک تہ خانے میں چھپ گئے ۔ اس تہ خانے میں ان کے والد عبادت کیا کرتے تھے ۔ شیعی روایات یہ کہتی ہیں کہ وہ آخری زمانہ میں ظاہر ہوں گے ۔ اور دُنیا کو عدل و انصاف سے معمور کر دیں گے ۔

شیعہ یہ بھی کہتے ہیں کہ گو وہ ظاہری طور پر لوگوں کی نظروں سے پوشیدہ ہیں لیکن در اصل اللہ تعالیٰ کے حکم کے بموجب زندہ ہیں ۔

مہدیٔ منتظر

اثنا عشری شیعوں کے نزدیک بارھویں امام کے چھپ جانے کے باعث امامت کا دروازہ بند ہو گیا ۔ اب وہ سب لوگ اس وقت کے منتظر ہیں جب وہ آخری زمانہ میں مہدی کی حیثیت سے دوبارہ دُنیا میں آئیں گے اور دُنیا کو عدل و انصاف سے معمور کر دیں گے ۔

شیعوں کے نزدیک مہدی کے ظہور کا عقیدہ اسلام کے بنیادی عقیدوں میں سے ہے لیکن اہل سنّت کے نزدیک مہدی وہ شخص ہے جو آخری زمانہ میں پیدا ہوگا۔ اور ہر قسم کے مذہبی اختلافات کو دور کر کے سب لوگوں کو دین واحد پر جمع کر دے گا۔

قرآن کریم میں، کوئی ایسی آیت نہیں جو بالوضاحت ظہور مہدی کے عقیدہ کی تائید کرتی ہو۔ لیکن بعض احادیث میں اس کا ذکر پایا جاتا ہے۔

اس سلسلے میں یہ امر قابل ذکر ہے کہ مہدی کے ظہور کا عقیدہ سب سے پہلے ۶۶ھ میں منظر عام پر آیا جب کہ محمد بن الحنفیہ بن علی بن ابی طالب پر مہدی کے لفظ کا اطلاق کیا گیا۔ ان کی وفات کے بعد جب انھیں جبل رضوی کے دامن میں دفن کیا گیا تو ان کے بعض ساتھیوں نے کہا کہ وہ عارضی طور پر اس دنیا سے گئے ہیں۔ اور دوبارہ دنیا میں تشریف لائیں گے۔

یہ واقعہ احادیث کی تدوین سے تقریباً سو برس پہلے کا ہے۔

لیکن ابن خلدون نے ظہور مہدی کے عقیدہ سے قطعی

انکار کیا ہے ۔ اور ان تمام احادیث کو جن میں مہدی کی آمد کا ذکر ہے باطل قرار دیا ہے ۔

اس نے لکھا ہے کہ :

"بخاری اور مسلم میں اس قسم کی کوئی روایت موجود نہیں ۔ ترمذی اور ابو داؤد کی جن احادیث میں مہدی کی آمد کا ذکر ہے وہ عاصم سے مذکور ہیں اور عاصم کی مذکورہ اس حدیث میں اضطراب پایا جاتا ہے اور چونکہ قرآن کریم میں مہدی منتظر کا کوئی ذکر نہیں اور جس حدیث میں اس کا ذکر ہے وہ مشکوک ہے ۔ اس لئے ظہور مہدی کا عقیدہ اہل سنت کے نزدیک بنیادی عقائد میں سے نہیں ہے اگرچہ بعض لوگ اس کے ظہور پر یقین رکھتے ہیں"

تاہم جیسا کہ ابن خلدون نے بھی ذکر کیا ہے کہ تمام اہل اسلام میں یہ بات مشہور ہے کہ آخری زمانہ میں اہل بیت میں سے ایک آدمی ظاہر ہوگا جو اہل اسلام کی تائید کرے گا ۔ عدل و انصاف کا قیام کرے گا مسلمان اس کی اتباع کریں گے اور وہ تمام ممالک اسلامیہ پر قابض ہو جائے گا ۔

Marfat.com

جیسا کہ ہم پہلے بھی ذکر کر چکے ہیں شیعوں میں بھی مختلف گروہ ہیں۔ جن میں سے مشہور ترین فرقہ اثنا عشریہ یا امامیہ ہے۔ آگے چل کر اس فرقے میں سے بعض اور جماعتیں نکلیں۔ جن میں سے مشہور اسمٰعیلیہ، شیخیہ اور بابیہ ہیں۔ لیکن یہ جماعتیں نہ تو اس قدر اہمیت رکھتی ہیں اور نہ ہی ان میں شامل ہونے والوں کی تعداد اتنی زیادہ ہے کہ ان کا امامیہ کے ساتھ موازنہ کیا جائے۔ اسی لئے ہم نے اپنی بحث کو صرف امامیہ تک ہی محدود رکھا ہے۔

آج کل صرف ایران میں امامیہ شیعوں کی حکومت ہے اور وہاں شیعہ مذہب کو سرکاری مذہب کی حیثیت حاصل ہے۔ ویسے عراق، شام اور لبنان میں بھی ان کی بھاری تعداد آباد ہے۔

Marfat.com

ماخذ

نام کتاب	نام مصنّف
طبقات ابن سعد	ابن سعد
الامامۃ والسیاسۃ	ابن قتیبہ
انساب الاشراف	بلاذری
تاریخ یعقوبی	احمد بن یعقوب
تاریخ الامم والملوک	طبری
تاریخ ابن خلدون	ابن خلدون
تاریخ دمشق	ابن عساکر
تاریخ الخمیس	دیاربکری
الکامل	ابن اثیر

نام کتاب	نام مصنف
انتساب القرشیین	مقدسی
الاستیعاب	ابن عبدالبر
	(مطبوعہ ہندوستان)
الاغانی	اصفہانی
معجم البلدان	یاقوت حموی
اسد الغابہ	ابن اثیر
الاصابہ فی تمییز الصحابہ	ابن حجر عسقلانی
صحیح البخاری	البخاری
شرح نہج البلاغہ	ابن ابی الحدید
وفیات الاعیان	ابن خلکان
وفات الوفیات	،،
الفخری	ابن طباطبا
مروج الذہب	مسعودی
الاخبار الطوال	دینوری
البدایہ والنہایہ	،،
المفصل فی الملل والنحل	شہرستانی

Marfat.com

الملل والنحل ـــــــ ابن حزم

عیون الاخبار ـــــــ ابن قتیبہ

المواعظ والاعتبار ـــــــ مقریزی

فرق الشیعہ ـــــــ نوبختی

تمت

(مطبوعہ اشرف پریس لاہور)

Marfat.com

تمدنِ عرب

عربوں کے تمدن کی مستند، مفصل اور مکمل تاریخ پوری تحقیق کے ساتھ، آرٹ پیپر پر عربوں کے آثار، نقوش، مرقعوں اور عمارتوں وغیرہ کی ۱۴۲ نادر عکسی تصاویر، تین نہایت مکمل اور مفصل نقشے۔

یگانۂ روزگار فرنچ مستشرق گستاؤلی بان کی معرکہ آرا اور زندۂ جاوید تصنیف جس کا ترجمہ آج سے ۶۵ سال پہلے ڈاکٹر سید علی بلگرامی نے کیا تھا۔ حیدرآباد کے چیف جسٹس نواب جیون یار جنگ بہادر کے عالمانہ مقدمہ کے ساتھ۔

قیمت: چالیس روپے صرف

مقبول اکیڈمی شاہ عالم مارکیٹ لاہور

Marfat.com

خلیفہ ہارون رشید اور اس کا عہد

اسلام کی تاریخ انقلابات و فتوحات میں خلیفہ ہارون رشید کا نام سرفہرست ہے۔ اس کے عہد میں مسلمانوں کو جو عروج ہوا اور اسلامی لشکر جتنے دور دراز مقامات تک پہنچا وہ تاریخ کا ایک ناقابل فراموش واقعہ ہے۔

ہارون رشید کا عہد حیرت انگیز اور عجیب واقعات سے لبریز ہے۔ برامکہ کا عروج و زوال جعفر برمکی کی شخصیت اس سے متعلقہ واقعات اور افسانے، الف لیلیٰ کا ہارون رشید، اغانی کا ہارون رشید، تاریخ کا ہارون رشید یہ سب ایک ہی شخصیت کے جلوہ ہائے صد رنگ ہیں

رئیس احمد جعفری

نے بڑی محنت اور تلاش و تحقیق کے بعد تاریخ کا یہ شہپارہ تالیف کیا ہے

قیمت : چھ روپے

مقبول اکیڈمی پوسٹ بکس نمبر ۴۲۹ لاہور

Marfat.com

محمد سعید کا نیا تاریخی ناول

بحری عقاب

غرناطہ میں اسلامی اقتدار کی شمع بجھ جانے سے ایسی تاریکیاں مسلط ہو گئیں جن کے نتیجے سے آگاہ ہو کر مسلمانوں نے بدحواسی کے ساتھ مسلمانوں نے شمالی افریقہ کا رخ کیا۔ ان کے تعاقب میں بحری یورپی قزاق مراکش، الجزائر اور تیونس تک آ گئے اور بحیرۂ روم مسلمانوں کے ہاتھ سے نکل گیا۔

اگرچہ ترک اسلامی پرچم کو سربلند کرنے کی کوشش میں وی آنا کی دیواروں تک جا پہنچے تھے لیکن ان کی ساری قوت صرف بری بیڑے پر مشتمل تھی بحیرۂ روم بدستور یورپی قزاقوں کی آماجگاہ بنا رہا لیکن شمالی افریقہ میں جنگ کی بو سونگھ کر چند بحری عقاب الجزائر تک پہنچنے میں کامیاب ہو گئے۔ ان کی ساری زندگی بحیرۂ روم کی تھرتھراتی بھاگ اڑاتی، طوفانی لہروں پر بسر ہوئی۔ ان کے بازو عقاب کے پروں سے زیادہ مضبوط، آنکھیں دوربین اور دل شجاعت سے معمور رکھتے۔ یہ لوگ بحری پرندوں کی طرح بحیرۂ روم کی لہروں سے لپٹے اور یہ ثابت کر دیا کہ مسلمان صرف بری قوت ہی نہیں بلکہ ناقابلِ تسخیر بحری قوت کے مالک بھی ہیں۔

قیمت ..... روپے

مقبول اکیڈمی شاہ عالم مارکیٹ لاہور

نگارشاتِ آزاد

امام الہند مولانا آزاد کے قلم سے

نگارشات آزاد مجموعہ ہے مولانا ابوالکلام آزاد کے
بصیرت افروز مکالمات اور نادر و نایاب مضامین کا
جن میں عبارت آرائی بھی ہے اور رعنائی بھی۔ قدر دانانِ علم و
فن کے لئے ارمغانِ نفیس،

کتابت و طباعت دیدہ زیب

قیمت : ساڑھے چار روپے

مقبول اکیڈمی، شاہ عالم مارکیٹ لاہور

ہماری مطبوعات

تمدن عرب (تاریخ)	سید علی بلگرامی	۴/-
خلیفہ ہارون رشید اور اس کا عہد (تاریخ)	رئیس احمد جعفری	۶/-
تاریخ خوارج (تاریخ)	عمر ابوالنصر	۵/-
علی وعائشہ (")	" "	۳/-
آل محمدؐ کربلا میں (")	" "	۳/-
نگارشات آزاد (مضامین)	ابوالکلام آزاد	۴/۵۰
آزادی ہند (خودنوشت)	" "	۱۰/-
عوامی شاعر اور اس کا فن (تنقید)	پروفیسر سجاد حارث	۴/-
رنگ و آہنگ (نظم)	عبدالحمید عدم	۳/-
یورش (ناول)	رئیس احمد جعفری	۸/۵۰
نازلی (")	" "	۹/-
آنچ (")	" "	۶/-
صیاد (")	ایم اسلم	۳/-
خون کی ہولی ـــــ	رئیس احمد جعفری	.....
محبت کا انتقام (ناول)	" "	.....
بادبان کھول دو (")	اے حمید	.....
بحری عقاب (")	محمد سعید	.....
شہزادی (")		.....
اور گھنٹی بجتی رہی (")	قمر نقوی	.....
ہم سفر (")	" "	.....

مقبول اکیڈمی، شاہ عالم مارکیٹ لاہور

آلِ محمدؐ کربلا میں

عمر ابوالنصر

مقبول اکیڈمی شاہ عالم مارکیٹ لاہور

Marfat.com